۱۳ / ۳ / ۳۵ھ

۲۰ ھ

۸۸/م۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت جناب مفتی صاحب دارالافتاء جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی

السلام علیکم

بعد از سلام مسنون

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میت پر دوران قرآن کی شرعاً کیا حیثیت ہے ہمارے علاقے آزاد کشمیر میں ایک مقام پر یہ مسئلہ زیر بحث ہے اس کے جواز پر فتاوی سمرقندی و دیگر حوالہ جات بھی دیے جاتے ہیں تاہم فریقین کا اس بات پر اتفاق ہوا ہے کہ ملک کے کسی بڑے دارالافتاء سے تفصیلی فتوی لیا جائے جو دونوں فریقوں کو قابل قبول ہو اس وجہ سے یہ سوال جناب کے دارالافتاء میں پیش کیا جا رہا ہے آپ سے درخواست ہے کہ تفصیلی جواب قرآن و سنت کی روشنی میں دیں جو کہ خوب تسلی بخش ہو اور جواب خوب تفصیلی اور مدلل ہو

والسلام

محمد الطاف صدیقی امام ہاشمی مسجد

۰۳۵۱-۲۳۱۴۳۸۴

دہلی کالونی کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

کسی شخص کے فوت ہو جانے کے بعد "دوران قرآن" شرعاً ناجائز اور بدعت ہے۔ قرآن پاک، احادیث مبارکہ اور کتب فقہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ بلکہ یہ دین میں اپنی طرف سے اختراع ہے اور اس میں بہت سے مفاسد ہیں۔ جن کی بناء پر اس کا ترک کرنا لازمی ہے۔

شریعت میں میت کے لئے ایصال ثواب کے مختلف طریقے بتائے گئے ہیں ان کو اپنایا جائے۔ اسی میں میت کا فائدہ ہے اور خود زندوں کا سنت طریقہ کو اختیار کرنے اور بے بنیاد رسم و بدعت سے احتراز کرنے کا فائدہ ہے۔

ذیل میں اس بدعت قبیحہ کے ارتکاب سے پیدا ہونے والے مفاسد اور ایصال کے طریقے درج کئے جاتے ہیں ان کو اپنانے میں، اور مفاسد سے بچنے میں ہی نجات ہے۔

مفاسد: ۱۔ اس رسم سے عوام الناس کے عقیدے کا فساد لازم آتا ہے۔

۲۔ عوام، گناہوں پر دلیر ہو جاتی ہے، اس خیال کی وجہ سے کہ اس حیلہ سے گناہ تو معاف ہو ہی جائیں گے۔ نماز، روزوں کی پابندی ترک ہو جاتی ہے۔

۳۔ اس (دوران قرآن) کا ایسا التزام کیا جاتا ہے کہ اس کو تکفین و تدفین کے اعمال میں سے ایک عمل سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ بات قواعد سے ثابت ہے کہ التزام سے مباح بلکہ مندوب بھی ناجائز ہو جاتا ہے۔

۴۔ بعض علاقوں میں اس دور قرآن کے ساتھ حیلہ اسقاط بھی مروج ہے۔ جس میں فدیہ کی رقم اور قرآن پاک کسی ایک فقیر کو دیا جاتا ہے وہ دوسرے کو دیتا ہے، وہ تیسرے کو، چلتے چلتے، آخر میں یہ رقم آدھی فقراء کو اور آدھی امام صاحب کو دے دی جاتی ہے۔

یہ حیلہ بھی بوجوہ، باطل ہے اس کا ترک بھی لازم ہے۔ اس میں بھی مذکورہ بالا مفاسد شامل ہیں۔ ان کے علاوہ اس میں تملیک مال بھی ثابت نہیں ہوتی۔ لہٰذا یہ صورت محض ایک کھیل اور ڈرامہ بن جاتی ہے۔

چنانچہ! اصل بات بھی یہ ہے کہ اگر میت نے مرنے سے پہلے اپنے مال سے اپنی رہی ہوئی نمازوں اور روزوں کے فدیہ کی ادائیگی کا کہا ہو تو اس کے تہائی مال میں سے اس وصیت کو پورا کرنا ضروری ہے۔

Scanned by CamScanner

جبکہ اس مروجہ حیلہ میں اس وصیت کا ترک بھی لازم آتا ہے۔

لہٰذا کرنے کا کام یہ ہے کہ میت کی وصیت کو پورا کیا جائے اور اس کے لیے ایصال ثواب کیا جائے، جو مال سے بھی ہو سکتا ہے کہ کسی غریب، مسکین، کسی مدرسہ یا مسجد میں دے کر دعا کی جائے کہ اے اللہ! اس کا اجر مرحوم کو عطا فرما۔" اور بدنی اعمال سے بھی ہو کہ قرآن پاک، ذکر، تسبیح، نوافل یا روزے رکھ کر ان کا ثواب میت کو پہنچا دے۔"

اس کے علاوہ اس کی اولاد کا نیک ہونا، اس میت کے لیے مستقل، ایصال ثواب کا ذریعہ ہے۔

ونص في تبيين المحارم فقال: لا يجب على الولي فعل الدور، وإن أوصى به الميت لأنها وصية بالتبرع، والواجب على الميت أن يوصي بما يفي بما عليه إن لم يضق الثلث عنه. فإن أوصى بأقل أو أمر بالدور وترك بقية الثلث لورثة أو تبرع به لغيرهم فقد أثم بترك ما وجب عليه اهـ.

وقال: مطلب: في بطلان الوصية بالختمات والتهاليل، وبه ظهر حال وصايا أهل زماننا، فإن الواحد منهم يكون في ذمته صلوات كثيرة وغيرها من زكاة وأضاح وأيمان ويوصي لذلك بدراهم يسيرة، ويجعل معظم وصيته لقراءة الختمات والتهاليل التي نص علماؤنا على عدم صحة الوصية بها .... نعم لو صلّى أو صام وجعل ثواب ذلك للميت صح؛ لانه يصح أن يجعل ثواب عمله لغيره عندنا. فقط.

(الدر مع الرد، كتاب الصلوة، مطلب: في بطلان الوصية بالختمات والتهاليل، ۲/۶۲۵، مطبع، دار المعرفة، بيروت).

واللہ اعلم بالصواب

كتبه: محمد راشد ڈسکوی

المتخصص في الفقه الإسلامي

بالجامعة الفاروقية بكراتشي

۱۳ / ۲ / ۳۰ھ

الجواب صحیح

الجواب صحیح

۱۷/۲/۳۰ھ

جامعہ فاروقیہ ... دار الافتاء ... شاہ فیصل کالونی نمبر ۴ کراچی (پاکستان)